

مخطوطات شامی کتب خانہ دیوبند

نام کتاب: جہد المقل فی تنزیہ المعز والمنزل
مصنف: مفتی شیخ الہند محمد حسن دیوبندی
مقام اشاعت: سادھوہ
تاریخ: ۱۸۰

دستخط: محمد بنید زبور ۱۲ شعبان ۱۳۱۲ھ
۱۵۰ جوبندی شامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد لله رب العالمین
والصلاة والسلام على سيدنا محمد
الطاهر المنيح العطر
الذي قد افاض علينا من
فضله ما لا يحصى

جہد المقل

۷۷۵۴۹

المعز والمنزل

مفتی محمد حسن دیوبندی
مفتی محمد حسن دیوبندی
مفتی محمد حسن دیوبندی

الطاهر المنيح العطر
الذي قد افاض علينا من
فضله ما لا يحصى

حسن بخت

میں نے اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ ہر شخص کو اپنی قسمت و سرنوشت سے واقف کرانے اور اس میں اصلاح و بہتری کے مواقع مل سکیں۔ ہر شخص کو اپنی زندگی میں جو کچھ ہونا چاہیے اس کے لئے اس کتاب سے استفادہ کرے۔ اس کتاب میں ہر شخص کو اپنی زندگی میں جو کچھ ہونا چاہیے اس کے لئے اس کتاب سے استفادہ کرے۔ اس کتاب میں ہر شخص کو اپنی زندگی میں جو کچھ ہونا چاہیے اس کے لئے اس کتاب سے استفادہ کرے۔

حسن بخت نامی کتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الباب الثانی

اس باب میں حسب وعدہ سابق ہم ان اعتراضات کا جواب عرض کریں گے کہ یہ کتاب کمال کی بات نہ صرف ہے بلکہ ہر شخص کے لئے نفع دہک ہے۔ اس کتاب میں ہر شخص کو اپنی زندگی میں جو کچھ ہونا چاہیے اس کے لئے اس کتاب سے استفادہ کرے۔ اس کتاب میں ہر شخص کو اپنی زندگی میں جو کچھ ہونا چاہیے اس کے لئے اس کتاب سے استفادہ کرے۔

اصناف کو سمجھتے جو کہ اسم بحال میں پر فیض صاحب کے ہیں ورنہ ان کا حال
 پر و سہ اصناف اس اسم کا حال میں مستحق معلوم ہوتا ہے۔ ہتاشا جو کہ جو رسالہ چند سال
 میں قریب دیا جائے وہ تو بحال کہلائے اور جو رسالہ چند بہتر میں لکھا جائے وہ
 اس خطاب سے محروم ہے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ بعض و داعی غیہ قابل
 کی وجہ سے فاضل علی اس وقت سے اس مسئلہ کی تحقیق میں سرگرم تھے کہ ہر
 کتاب قبول شدہ ہو ہی اس میں صاحب کے فرشتوں کو بھی اس شخص کی خبر دینی
 بحال سال مذکور کو دیکھ کر یہی حال میں مانی کہ بنام خدا رسالہ اول کے جو ایک ساتھ
 مانی کی باتوں کا بھی جواب لکھا جائے مناسب ہو کہ یہ کہ حضرت امانت علیہ السلام
 ان کے اہل علم کے مقابلہ میں آج کل جس قدر رسالے مرتب ہوئے ہیں ان میں
 فاضل کا پوری اور پر فیض اور رسالہ اولی اور فاضل ہونا چاہئے اور ہر دو کا
 ان ہر دو میں ہی وہ رسالے آج کا بھی ہیں مگر علم کی ہر ایک چیز اس
 ہر دو میں ہر دو اور بہت حین سے جو اس بار میں سبیل تھے جس وہ تو اس
 قابل ہی نہیں کہ کوئی فیض لکھ دیکھنے کا قصد کرے جو اب لکھنا تو بہت مشکل ہے اور
 یہ پیش اور جو ہر جگہ صاحب تشریح سے فرو گذاشت ہو گئے تھے صاحب
 بحال نے ان کی تکمیل کر دی ہے جس نے ناظران کیم کی خدمت میں لایا اس سے کہ
 وہ ان حضرات نے اپنے اثبات مدعا کے لئے جس قدر دلائل عقلیہ و نقلیہ تحریر فرمائی
 ہیں۔ ہر اثبات کا جواب باب ثانی میں عرض کریں گے اور جس قدر اعتراضات
 وہ ان صاحبوں نے ہماری دلائل پر پیش کئے ہیں۔ ان کا جواب بنام خدا اس
 باب میں عرض کر رہے ہیں۔ ان دلائل جو کہ ہم نے اپنے رسالہ میں بیان ہی نہیں
 کئے ان پر جو اعتراض ہوئے ان کی جواب دہی ہر چند ہر دو سے انصاف ہمارے ہو
 پر نہیں لیکن ہر صاحب پر حق ہو جائے مقصد ہر مسئلہ و خطا و غلطی میں بعض ان اعتراضات
 کا بھی جواب دیا جائے کہ غرض طول و عرض نہ تھا اور اللہ تعالیٰ بالاسی صاحب ہم سے
 ان کو بھی بیان کرے کیونکہ ہم کو اس تحریر سے مقصد و قصد اس مسئلہ مذکور کا اثبات ہو کہ

دوسری تحریر کی تاہنکہ فی الحقیقت غرض اسلی نہیں اس لئے ہر دلائل غالیہ
 جواب دینا کہ ہم کو ضرور ہے لیکن ہر مسئلہ و خطا و غلطی میں بعض ان اعتراضات
 جواب دینا کافی ہے ہر دوسری دلائل پر پیش کئے گئے ہیں اگر اوشا و الحق یہاں
 ہمارا اور میں یا دینی و لیا فتنہ و تہد بالحق ہر دوسری جانب کی طرح دہوتی تو
 جو جو اپنی ہر چھائی اور گناہی کے ہم شایہ سے وہ مقبولوں کے مقابلہ میں کہ ہر ایک
 اپنے آپ کو مدوم و نظیر سمجھتا ہے ایسا لیکن ان سے قلم اٹھانے کی ہر ات نکرتے
 وہ تو فی حقیقتی الالباب ہر دوسری تحریر میں ثلث اول سے ظاہر کہ پوری صاحب تشریح
 اور ثلث ثانی سے فاضل کا پوری صاحب بحال ہر دو کے اور یہ اور بھی دلائل غالیہ
 ہے کہ جتنے امور مقدمہ میں ہم لکھا تھے ہیں اور باب اول میں جس قدر وہ نقل نقلیہ
 و عقلیہ ہم نے بیان کئے ہیں ان میں سے فقط ایک ایک دو دو امر پر ہر دو تحقیق
 نے بحث کی ہے باقی دلائل یا انکو پیش نظر تھے یا وہ یہ کسی وجہ سے یہ صاحب
 عرض نہیں کر سکے مگر بحال انی طرح معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو اول مسئلہ کے سرسری
 مخالفت ہے جس کے یہ صاحب مدعی ہیں اور اس کے ذہن کے کا الزام ثلث
 اول شدہ کے ساتھ اپنے مخالفین پر لگا رہے ہیں سو اول ہم انہیں چند الزامات کا
 جواب عرض کرتے ہیں کہ یہ کیوں جب عرض سابق ہو نہیں ہو گا فقط جواب دینا ہر دو
 ضروری ہے اس کے بعد حیا مناسب ہو گا کہ کیا جائیگا۔ سوال ثلث اول کی دینی دلیل
 کے ذیل میں ایک اعتراض و جواب بطور دفع و حل بیان فرمایا ہو جس کی عبارت بعینہ
 یہ ہے قولہ اور اگر کہا جائے کہ کذب بیشک نقصان اور محال ہے مگر اسکا
 کذب ایسا نہیں تو یہ بعینہ ایسی بات ہے کہ کوئی کہے کہ جمل و عجز و غیرہ صفات ہر دو
 محال ہیں مگر ان کا امکان محال نہیں اور یہی البطمان ہے علامہ اس کے عقلا
 کے نزدیک یہ قدر میرا ہے کہ امکان محال محال انتہی اقول بتوفیق اللہ
 ناظر ان یہ جانتے ہیں کہ صاحب تشریح کا یہ جواب حقیقت میں ہر دو سے مقدمہ ہر دو
 و عرض ہے کہ یہ قدر مذکور کا عقلا صریح تھا کہ مدور و فہم ان است انرا حقیقت

و محال ہے اور قدرت علی الصواب مسلم الی حق اور موجب کمال ہے اور اس کی نیکی میں
 شرح طحاوی کی عبارت پیش کی تھی جس میں جملہ فقہاء و علما علی القیاس الا انہ لم
 یصدروا عنہ الخ صریح موجود ہے و ہذا عقائد کے بعد باسناد میں جو ہم نے
 عبارات علی اپنے موافق بیان کی ہیں ان میں مساند اور مسام و ادھر تحریر و تقریر و شرح
 و مکتب و شیخ و مقاصد غیرہ کی عبارات میں اختلاف تھوچہ کو ہر جہت و روئے صاف دکھاتا ہے
 بلکہ چند عبارتوں میں اس کی تصریح بھی موجود ہے کہ یہی قول الیقین اور اولیٰ فی الخلاف
 ہے۔ باب اول کو ملاحظہ فرمائیے اور وہ لغت و مصروف جواب مذکور میں پڑھائے ہیں
 کہ محال تھوچہ اور امور و رویہ کا صدور و امکان دونوں محال ہیں۔ و صاحب تنزیہ
 نے نہ ہر ہی عبارات متفقہ و کچھ جواب دیا اور نہ کوئی نقل اپنے مفید و عابیانہ لفظ
 بلکہ اپنے قرار و اس کے خلاف اپنے خیالات و تشبیحات پر فصاحت کر کے وہ امر کا
 مقابلہ میں بیان کئے۔ اول تو بطور الزام یہ فرمایا کہ اس صورت میں جہل و کجی کی نسبت
 بھی یہی کہنا ہوگا کہ مثل افعال تھوچہ یہ دونوں بھی ممکن و باہمی اور متفق الصدوق میں
 حالانکہ جہل و کجی صفت رویہ کا اقتضای مسلم اور باہمی ہے و اس کا جواب جہل و کجی
 انصاف و حسب قرار و مؤلف و مصروف تو ہر ہی طرف سے وہی قصہ و طرح
 میں جن کی طرف ابھی اشارہ کرتا یا ہوں اور اگر ہماری مخالفت میں مخالفت تنزیہ
 اپنے خیالی الزام اور عقلی تشبیہ کے رد پر تمام علماء و مستبرین کے قول کو مردود و
 باطل قرار دینے کی جرات فرمادیں تو پھر کس کا جواب کہ جو مزین کے نزدیک اسلام
 اقتضائے مسلمانی کی پابندی کی سب کو ہدایت کی تھی تھی۔ خود اس کی پابندی کیوں فرمائی
 وہ ایسے جملہ اسکات کیوں بھلا دیا۔ علاوہ ازیں مؤلف کے اس الزام خیالی سے نظر
 نہ روا انصاف عبارت علماء و حقیقت میں کوئی طبعان جو شبہ طاری نہیں ہوتا نہ کچھ
 جو ہم میں کرے بلکہ اس ناظران مجاہد کو نشانہ اس قسم کے امور کا نظر کرنے کے
 بعد یا محقق رہ جائیگا کہ وہ ایمان و اعتقاد کی سنت اہل حق سے کہ ہر علم میں ان کے
 مطلق انداز و ان کی سوجھ بوجھ کی پابندی کا مطلق خیال نہیں چھوڑتا ہر جہ

اور لکھنوی و دیگر ملت سے خارج کر کے مردود بنایا جائے گا میں تکفیر و تحقیر
 کی جاتی ہے یہی نہیں ملو کہ ان حضرات کی طرف سے نہ لانا تھا اسل صاحب
 شامیہ کے ساتھ جواب ہے باجمہر حیب جو نے اپنی بات کو علامہ سے مستبرین کے قول
 کے ذریعے سے پورا ثبوت کو چھپا دیا تو نظر انصاف و حسب تسلیم مولف اب کما
 کسی جواب کی ضرورت نہ تھی مگر مزید یحیانا ان دونوں کے لئے بطریق الزام تر ہوا
 طرے کے یہ جواب ہے کہ علامہ تھوچہ کو ذات واجب تعالیٰ سے جیسا قطع الصدوق و
 تحصیل الوقوع کہتے ہیں مگر ایسا ہی حسب بیان صاحب تنزیہ بیان ہوا اور کہ متفق
 باقرات اور غیر متفقہ و باہمی مانا جائے اور اس کے اثبات کے لئے جہل و کجی
 کی مثال پیش کی جائے کہ تھوچہ یا بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ تھوچہ طحاوی اور منقرت
 مشرکین و عدم ارسال اصل اور عدم انزال کتاب وغیرہ عقائد متفقہ و صدوقی ہو گئے
 بلکہ متفقہ اور غیر متفقہ و بھی کہنا میں گئے۔ حالانکہ یہ اصول تو حسب اہل سنت کو سچ
 مخالفت ہے۔ و درجہ صاحب تنزیہ سے اپنے رسالہ میں مسامد تھوچہ طحاوی
 اور منقرت مشرکین کو متفقہ بالذکر مانا ہے اور سب پر روشن ہے کہ متفقہ بالذکر متفقہ الوقوع
 مومن کے ساتھ فی حد و امکان اہت و درجہ تہا ہے تو حسب صاحب تنزیہ کے
 ارشاد کے موافق بھی یہ امر محقق ہو گیا کہ منقرت مشرک و غیرہ باوجود تحصیل الوقوع ہونے
 کے کی نفسہ حقہ و ممکن ہے تو ان کے ارشاد کے موافق یہ فقہ یعنی ایسا ہو گا کہ کوئی
 کہے کہ جہل و کجی و غیرہ صفات رویہ تو محال ہیں مگر ان کا امکان محال نہیں و مؤلف
 مصروف کریم الزام قطعاً و قطعاً مذکور رہی میں کھانا ہو گا بلکہ جملہ تشبیحات غیرہ میں ہی
 انوالی انصافی پڑ گئی تھی لایعنی اور حسب مولوی صاحب مروج تفریق النہی اس الزام سے
 سخبات کی کوئی صورت نکال لیں گے اس وقت انشاء اللہ وہ جو کچھ بھی الزام کو
 سے بری الذمہ سمجھا جائے گے و نہ اپنی عبارت کی صورت جو عرض کر رہے تھے اور
 جواب تنزیہی منظور ہے تو سنئے بعد عقائد کے نزدیک مسلم ہے کہ مستبرین کا حال متعذر
 و عدم عقیدہ دیتے ہیں کیا ان پر نامہ درجی سے مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں و

علی الشیء قدرة علی حده انتهى اور یہ بھی مسلم ہے کہ صفات تصنیف قدرت
 قدیم سے خارج اور صفات فعلیہ درجہ افضال و رفیقا فی تعالیٰ و تعالیٰ ہی ہیں چنانچہ مقدمہ
 کتاب میں بتوضیح معلوم ہو چکا ہے تو اب مزید یہ باید آجید جائیگا کہ علم و قدرت
 پر ہر اور صفت تصنیف و فاعلیہ ہونے کے جب مقدمہ نہ ہوئی تو ان کے استدلال
 باطل و مجرہ بھی مقدمہ اولیٰ کے موافق مقدمہ ممکن نہیں ہو سکتی اور مغفرت شکر و انعام
 طبع اور صدق و کذب تنازعہ فیہ چونکہ صفات فاعلیہ سے خارج اور افعال میں داخل
 ہیں تو مقدمہ ثانیہ کے مطابق ان جملہ امور و احوال کے استدلال کو ممکن و مقدمہ بارہی نکال
 دے گا جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ مخالفہ موصوف کا جواب نہ کہ میں جملہ چیز کو کذب کے
 لئے تصنیف علیہ بنا تا درست نہیں اور ایک کے اقسام و ذاتی سے دوسرے کے
 متعلق بالذات بنانا باطل ہے بلکہ ہر چیز پر پلا ہر قسم جائیگا کہ حق ہی ہے کہ صفات تصنیف
 کے استدلال کو متعلق بالذات اور صفات فعلیہ اور اور صفت اضافیہ کے استدلال
 کو مقدمہ ثانیہ میں ممکن بالذات کہا جائے نہ لغت موصوف کا باوجود و دعویٰ درست
 نظر آئے اور میں فرق نہ کرنا کیا عرض کروں کہ کس قدر تعجب و حیران ہے۔ اس جواب
 الا اسی کے بعد نہ لغت نے جو امکان کذب کے بطلان پر قضیہ استدلال امکان احوال
 کو پیش کیا ہے۔ اہل انصاف کے نزدیک اس قابل نہیں معلوم ہوتا کہ اس کو جواب
 میں غافل فرمائی ضروری ہو اول تو قابل استفسار یہی امر ہے کہ لغت محقق نے تصنیف
 مذکورہ میں افعال محال سے کونسا محال مراد لیا ہے اگر محال ذاتی مراد ہے تو ہم کو کیا حجت
 پیش آ سکتی ہے ہم تو کذب کو محال بالذات کہتے ہیں اور استدلال ہر قوم سے یہ ظاہر
 کہ محال بالذات کا امکان محال ہے اول کذب تنازعہ فیہ کا استحصال ذاتی ثابت فرمائیے
 پھر کہیں قصہ مذکور کو اپنے منطبق کیجئے۔ اگر سب جانتے ہیں کہ اقسام و ذاتی کے ثبوت
 کے بعد مذکورہ فی احوال اعتراض مذکورہ متنبہ پیش کر سکتا ہے اور مقدمہ مذکورہ کو
 جواب میں بیان کرنے کی حاجت اور اگر افعال محال قضیہ مذکورہ میں محال بالذات کو بھی
 ظاہر ہے تو بے شک ہر دو سے انصاف نہ لغت متنبہ یہ کہ اشبات و عا کر لئے

یہ اسی دلیل قوی سے کہ تمام رسالہ میں بھی کوئی ایسی دلیل نہیں گھراسی کہ اس صورت میں یہی
 حوالہ تعلیم نظر آتی ہے کہ اول تو جملہ اہل عقل کا خلاصہ لازم لایکا کیونکہ سارا جہان متعلق
 بالذات کے لئے ممکن بالذات ہونا ضروری تسلیم کئے ہوئے ہے۔ دوسرے حسب
 مقدمہ ثانیہ میں خلاصہ علم و افعال بارہی محال اور عدم ارسال سل و غیرہ کے امکان ذاتی کو
 دست برداری کرنی چاہی جو خود مولف سلمہ کے نزدیک بھی مسلم ہے۔ بالجمہ یہ ساری
 حوالہ صفت فاعلیہ اور صفات فعلیہ کے عدم فرق سے ناشی ہوئی ہے۔ میں کو مقدمہ
 کتاب میں بتوضیح عرض کر چکے ہیں۔ اگر تفاوت معلوم ہو تو انظر بہ تا تو اولت و اولت
 صدق و کذب کو علم و افعال و قدرت و مجزہ پر گزریاں نہ فرماتے اور نہ ہر ان مقدمہ ان میں
 ہرگز اس کی تصدیق نہ کرتے بلکہ حق کے نزدیک تو جملہ افعال غیر ہوں و شریعتیں ہوں
 یا کج خلقی نفسا مقدمہ کتاب بارہی ہیں البتہ چند افعال کا کہ جہاں محقق تصنیف فی احوال کو
 پر فرق اور اسکو متعلق سے مثل حرکت و انتقال و احوال و شرب و غیرہ وہ اس مقدمہ
 سے مستثنیٰ ہیں کہ خلاصہ احوال و افعال صدق و کذب تصنیف ذاتی کو متعلق نہیں تو مقدمہ
 عموم مذکور میں داخل ان کو مقدمہ بارہی کہنا چاہیگا اور جو ہر صفت احوال و افعال تصنیف بالذات اور
 متعلق الصدور سے جائیں گے وہ بالظہر چنانچہ مقدمہ کتاب میں یہ سب امور بتوضیح
 کے ساتھ دلائل معلوم ہو چکے ہیں۔ جب سب سے فراغت پائی تو اب یہ عرض ہے کہ
 جس قدر دلائل فقید ہم نے باب اول میں بیان کئے ہیں۔ ان میں سے کسی عبارت
 پر ان صاحبوں نے ہر جہد قدح نہیں کیا لفظ ایک عبارت شرح مواخف پر جو کہ
 سید سند نے بحث عقاب میں بیان فرمائی ہے ہر دو مولف نے اپنی اپنی اسم
 کے مطابق اس کے جواب دیے ہیں۔ فرق ہے تو یہی ہے کہ مولف اول نے عبارت
 مذکورہ سے ہمارے استدلال کرنے کو نہیں ملے سے رو فرمایا ہے اور مولف ثانی نے
 فقط عبارت سید سند کی تقلید کر کے ہمارے استدلال سے چھپا چھڑایا ہے۔ سوال
 اس عبارت کو تباہ تا ہوں اس کے بعد جملہ موصوف جہاں است ذکر کر چکا عبارت تو وہی
 ہے جس میں سید صاحب نے اہل سنت کی دلیل پر سے اعتراض اٹھانے کے لئے

کذب اور خلعت کو تقدیر و محسن قرار دینا ہے ورنہ الا لا نقول استعمال مستوعبہ کہہ
 دھما من الممکنات بقی تشکیلاً قد رقیہ تعالیٰ چنانچہ یہ عبارت بتماہر
 باب اول میں موجود ہے اور عبارت مذکورہ سے بالتحقیق خلعت و کذب کی مقدار
 و امکان ظاہر ہوتا ہے اب غرض اس کے جواب میں اول تو معرفت اول یہ فرماتے
 ہیں کہ یہ جواب سید صاحب نے اہل سنت کے مذہب کے موافق نہیں دیا بلکہ اول
 مستند کے مذہب کے موافق جواب دیا ہے چنانچہ ان کی عبارت بعینہ یہ ہے قولہ
 بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب نے یہ الزامی جواب دیا ہے چونکہ بعض مستند
 کذب یا ہی کہ ممکن کہتے ہیں اور قدرت کے تحت میں داخل کرتے ہیں اسلئے مستند
 کے جواب میں ایسا کہنا گویا اپنے گمراہی سے انصاف اس جواب کو الزامی قرار دینا ہوتا ہے
 اور حقیقتہً دراصل طعن غلط ہے ظاہر کے موافق غلط ہونے کی تو یہی وجہ ہے کہ سید
 صاحب کی عبارت میں کوئی لفظ ایسا نہیں کہ جس سے یہ مسلم ہوتا ہو کہ سید صاحب
 اپنے مذہب کے خلاف جواب دے رہے ہیں بلکہ صاحب ذوق سلیم اسلوب کلام سے
 بالبدانہ ہمتاً ہے کہ سید صاحب جو کچھ اہل سنت کی طرف سے جواب دے رہے ہیں
 وہ ان کے مذہب کے مطابق بیان فرما رہے ہیں علاوہ ان میں اصل یہی ہے کہ جو
 کلام مشکوک سے صادر ہوتا ہے تاوقتیکہ کوئی قرینہ صادر نہ ہو حد تک مسلم شکوک بھی جاتی
 ہے اسلئے مولف تشہیر یہ کلامیہ احتمال کہ یہ جواب سید صاحب کی طرف سے الزامی ہے
 بلا دلالت قرینہ معتبر ہوئے انصاف تشہیر ہو گا ان کے کہے چل کر جو مولف ضرورت
 سے ایک دو قرینہ اپنے مفید مدعا تحریر فرمایا ہے وہ اس ہم جی ظاہر کردینے کے مولف
 ضرورت کا تو ہم بے اصل ہے۔ اب حقیقتہً الزام کو ملاحظہ فرمائیے کہ سید صاحب کی
 غرض اس مرتبہ میں یہ ہے کہ اہل سنت نے جو استدلال مستند لکھا کہ جواب دیا تھا اس پر
 امکان خلعت و کذب کا شبہ کسی کو پیدا ہو سکتا تھا اس لئے سید صاحب اس کا رد
 اس طرح فرماتے ہیں کہ کذب و خلعت کا احتمال ہی مسلم نہیں بلکہ یہ دراصل امر داخل
 امکان میں تو اس بیان کے امکان سے اہل سنت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا سو

اب جواب مذکور کو الزامی کہنا بشرط فہم سید صاحب کے مدعا کے خلاف معلوم ہوتا ہے
 ہے اول تو سید صاحب کی عبارت سے نقطہ امکانی ہرگز نہیں کہ اس اعتراض ممکن
 ہو تو قیاس کا یہ جواب ہو سکتا ہے۔ اعتراض مذکور کو پیش کر کے اعتراض مذکور کی وجہ
 خصوصیت مستند کے ساتھ کوئی نہیں معلوم ہوتی تو اب اسلئے کیا کہتے ہیں کہ
 کوئی ہو کر غرض تشہیر کو الزامی جواب دیا جاتا ہے علاوہ ان میں حسب ارشاد صاحب
 تشہیر مستند میں سے امکان کذب کا قایل فقط ایک ملاحظہ ضروری ہوتا ہے اور مسئلہ
 مذکورہ عقاب میں بھیج مستند سے نزاع ہے مولف دشنع مولف کو ملاحظہ فرمائیے
 اس بحث کی ابتدا میں فرماتے ہیں اوجب جمیع المعانی الخ و بعد عقاب
 صاحب الکبیرہ پھر تشہیر کے نزاع تو بھیج مستند لکھا ہے ہر اور جواب
 الزامی سے فقط ضروریہ کی گشتالی کی جاتی ہے اور الزامی ہلکا اور سے قطع نظر کہ
 امر واقع حکم صاحب تشہیر یہ جواب الزامی ہی مان لیا جاتا ہے تو پھر اسکا کیا جواب کہل
 عقل عام کے نزدیک جواب الزامی سے گوہر سادہ ہو جائے تو شریعت مدعا کی
 نفس الامر کے لئے مفید نہیں ہوتا تو اول تو جواب مذکور جملہ مخالفین کے لئے الزامی
 بن ہی نہیں سکتا اور اگر مولف موصوف کی خاطر سے فقط ضروریہ کے الزام پر
 قناعت کی جاتی ہے تو پھر سید صاحب پر یہ اعتراض ہو گا کہ مولف کے مذہب کے
 موافق آپ کے قول پر اعتراض نہ ہو سکے کہ آپ کے مسلک کے موافق تو آپ کا قول
 محال رہا ملل ہے یہی وجہ ہے کہ علامہ دوانی و فاضل جلیبی نے سید صاحب کو کلام
 کے یہی مسئلہ بھیجے ہیں کہ سید صاحب جو کچھ فرما رہے ہیں مذہب اہل سنت کے موافق
 سمجھ کر فرما رہے ہیں۔ تو اب سید صاحب کی بات کو ایسے محل پر نقل کرنا کہ جو قرآن و دلائل
 و اقوال سلف کے مخالف ہو اور پھر اسلئے ظاہر سمجھنا کیا عرض کروں مدعیان حق
 ہی کا حصہ ہے اسلئے بعد مولف تشہیر اپنے دعوے کی تائید بیٹے جواب مذکور کے
 الزامی ہونے کے ثبوت میں دو قرینے پیش فرماتے ہیں قولہ اور اس کی تائید
 سید صاحب کے اس قول سے ہوتی ہے جو انہوں نے فرمادہ ہے کہ بیان

میں لکھا ہے کہ ہذا الزماریۃ ہوا بوموسیٰ عیسیٰ بن مسیح المراد و هو
 تلمیذ یسوعا السلام عنہ و تہد حتی می راہب المعتزلۃ قال قد قاد
 علی ان یکن ب و یظہر و یفعل لکان الہا کا ذ با ظالماتالی اللہ عما قالہ
 علوا کبیرا الہی یا قول و بہ نستعین مولف جملہ کا مطلب اس عبارت
 کے پیش فرمائے ہے یہ ہے کہ سید صاحب نے خود شرح مرقف میں دوسرے
 مرتب میں جو فرقہ مزداریہ کا حال بیان فرمایا ہے اس میں صاف موجود ہے کہ کذب
 و ظلم کا مقدمہ ہر بار ہی گونا گونا گوار ہے کا مذہب ہے اور خود سید صاحب اس عقیدہ و فاسدہ
 کے تحت بڑا ہی دشمنی ظاہر فرماتے ہیں تو اب کیا ہر جگہ کہ کلام سابق مقتضی
 نہیں تھا کہ کذب و خلعت کے بارے میں سید صاحب نے وہاں سے لے سکتا تھا
 قرآن یا ہے وہ سید صاحب کا مذہب کسی طرح نہیں ہو سکتا ورنہ سید صاحب کے
 ہر دو قول متضاد من ہر جائیں گے تو اب ہر وہ ہر اسکو مزداریہ کا مذہب کہنا مزداریہ
 اور جواب مذکور کا اپنی مزداریہ کے قول کو قرار دینے بغیر کلام درست نہیں ہو سکتی بلکہ
 اکثر سابق میں جو عرض کر آیا ہے اس کے ملاحظہ کے بعد مرقف موصوف کا یہ استدلال
 خیال نام سے دیا وہ ہرگز وقعت نہیں رکھتا اول تو مقدمہ ثانیہ میں بذریعہ اقوال علماء
 اعلام ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ قدرت کے دو معنی ہیں اول پہلے صفت قدرت سید
 جملہ کائنات ذاتیہ کہ اگرچہ منش بالغیر ہی کیوں نہ ہوں مثال ہے دوسرے جسے تقدیر
 جبکہ ارادہ اور حکمت کے موافق ہر نامزد ہے اور مستحیات غیر یہ باوجود امکان انی
 کے اس سے خارج ہیں تو اب ہر مرقف موصوف سے پوچھتے ہیں کہ آپکی عبارت
 بیشتر میں جو لفظ قادیان موجود ہے اس میں کوئی قدر مت مراد ہے اگر قدرت پہلے
 انہوں میں یا معنی انہیں مراد ہے تو اس کی دلیل کیا ہے مگر دلیل خدا کے لئے یہی
 ہر وہ صحت پر محبت ہے اور عبارت خلعت کا احتمال باقی نہ چھوڑتے یہ نہ کہ وہ جی
 یا دوس میں مشاہدوں سے کلام نکالوا جائے یا اپنی عادت کے موافق دنیاں بھی ہی طرح
 پہنچان کر مراد بہ الغرض الکامل یا کثرت احتمال سے مطلب ہر بار ہی کی فکر

نہا نے اور ہر بار ہی التماس کی تسلیم سے انکار ہے تو کر دیکھئے انتشار اس آپ کو کسی طرح یا امر
 مفید نہ ہو گا اور اگر بالمعنی الثانی یعنی بالحق الاخص مراد ہے تو ہر بار سے دعا گو ہر بار
 ہر حق ہے کہ یہ جواب عبارت مذکورہ کا یہ مطلب ہر کا کہ مرقف یہ کے نزدیک کتب
 و ظلم کا مقدمہ ہر بار ہی اور قابل اقتضا و شہادت واجب تعالیٰ ہیں سے کہ
 سید صاحب و ظلم من ہر بات الواجب کو کوئی امر مانع نہیں اور یہ امر الحق کے نزدیک
 الحق باطل اور بیزدستہال کے تنزہ کے سراسر مخالفت ہے بالجمہر مقدمہ ثانیہ مذکورہ
 سے جب یہ امر حق ہو چکا ہے کہ قدرت دو معنوں میں مستعمل ہے تو اب کیا تشبیہ
 و خلعت تنزیہ یا امر ثابت نہ فرمائیں گے کہ ان کی عبارت مشکوٰۃ میں قدرت بالحق
 کا دل مراد ہے اور وہ ہے احتمال کی گنجائش نہیں اس وقت تک کہ حسب کلام
 سلمہ افاجاء الاحتمال بطل الاستدلال ان کا استدلال قابل ماعت
 ہو گا اور جب اس تقریر کو ملاحظہ کیا جائے جسکرم جملہ قہید شرمع بابا دل میں
 نہ چکے ہیں تو انشاء اللہ ہر ذی انصاف فرقہ مزداریہ کا دعویٰ سمجھ سکتا ہے اور
 ان سکتا ہے کہ مرقف تنزیہ سے اول مزداریہ کی مراد سمجھنے میں دعو کا کیا یا پھر
 اس کی وجہ سے مولانا شہید اور ان کے موافقین کا یہ جہد سلف صالحین کو مزداریہ بنا کر
 بار فاسد علی الفاسد کا پورا تماشہ دکھایا قہید مذکور کے ضمن میں ہم یہ بات ثابت کر چکے
 ہیں کہ کذب و ظلم افعال صیغہ کے صدور میں تین ماہ ہیں ایک خود متشیخ کہتا ہے
 اسرا طائفہ نواشا اور محققا ہر دو طرح ممکن سمجھتا ہے اور تیسرا اگر وہ ممکن متشیخ الصدور فرماتا
 ہے یہ خلعت تنزیہ کی وجہ اشتیاق اثبات دعا فقط و احتمال تک کہ ہی رسائی ہوئی
 پس کی وجہ سے مذہب نظامیہ اختیار کر کے جملہ اہل حق کو بلا ترو مزداریہ بنا دیا غلام
 ہیں صاحب فہم سلیم عبارت مذکورہ میں جملہ و یفعل لکان الہا کا ذ با ظالمات کہہ کر
 سب سمجھ سکتا ہے کہ مزداریہ خذ لہم اللہ کے نزدیک امور قہید کے صادر عن الواجب
 دے کو بھی کوئی امر مانع نہیں یعنی یہ قبائح و منشی با لہذا ات ہیں نہ متشیخ بالغیر اور اس
 سید صاحب انکار اور اسی کو تنزیہ ہر بار ہی مخالفت سمجھتے ہیں اور تیسری التماس کے

بقول خداست میں اب بھی کوئی خیال نہ ہے تو اتنا ہی بتا دیکھو کہ جب ضروریہ کا کذب
 صاحب بیان صاحب تنزیہ یہ یہ ظہر کرے افعال قبیحہ کو ممکن بالذات اور متشع بالذات کہے
 میں اور اہل سنت اور ضروریہ کے کذب میں مخالفت بھی ضرور تسلیم کی جائے تو اب
 اس کا کیا جواب ہو گا کہ یہ صاحب اس موقع میں ضروریہ کے کذب کو نقل کر کے کہتا ہے
 اللہ عما قالہ علو اکبر اور فرما رہے ہیں اور دیگر مواقع میں افعال قبیحہ کو بالذات
 الی قدرت واجب ممکن بالذات اور متشع بالذات قرار دے رہے ہیں چنانچہ
 عبارت میں شرح موافقت کی باب اول میں مذکور ہو چکی ہیں۔ فرقہ نظامیہ کے ذکر میں فرما
 میں و تو هموا ان تنزهہ تعالیٰ من الشرود والقبائح لایکون الا بلید
 قد رتہ علیہا فہم فی ذلک کمن ہرب من المطر الی المیزاب و وہو
 مریح میں فرماتے ہیں قضاۃ تہجد ما الفعل لوجود الصارف عنہ و هو
 الصبیح و ذلک لا ینفی للعندرة علیہ اس کے سوا اور بھی چند عبارتیں شرح تفسیر
 کی گئی ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شر و قبائح اہل سنت کے نزدیک ممکن
 بالذات اور مقدور باری ہیں۔ البتہ بوجہ دیگر متشع بالذات و الصدور سے ہیں حالانکہ
 یہ کذب بعینہ وہی ہے جو مولف تنزیہ اپنے ذریعے سے ضروریہ کا مطلب فرما
 رہے ہیں تو اب یا تو یہ فرمائیے کہ مستحکم اہل سنت و فرقہ ضروریہ میں اتنا کذب ہے یا نہیں
 صاحب کی اس عبارت سے ضرور صاحب تنزیہ اور عبارت مبدیہ احقر میں تعارض ہو لیکن
 وہ اتحاد اور یہ تعارض و غنا و دو غزل اہل عقل کے نزدیک باری اہل بطلان میں اس کے سوا
 تعذیب طالع اور حضرت مشرکین میں یہی نہ ہو جو ہے اگر اہل سنت کے نزدیک
 اگر مقدور باری کہے تو شر و قبائح کی مقدوریت تسلیم کرنی پڑتی ہے جس کی وجہ سے
 کذب بطلان باطنی اس کا وہ کو بھی ہی لغو و مقدور ممکن کہنا ہو گا۔ جس کا صاحب تنزیہ ضروریہ
 کا مستحکم سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک اگر مقدور باری نہ مانے تو اول تو نہ صاحب اہل سنت
 کے کلمات اس سے خود مولف تنزیہ کے قول کے معارض الغرض منہ و انصاف
 ہر فرقہ میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شر و مذکورہ عند اہل الحق مقدور و متشع بالذات

میں اور ضروریہ کے نزدیک ایسے ممکن ہیں کہ ان کے صدور کو کوئی غیر بھی اس میں
 جس میں متشع بالذات نہیں اور اس صورت میں انشاء صد کوئی ظہان نہیں ہو سکتا۔ بعد
 احوال بلا تعارض اپنے موقع پر واجب تسلیم رہتے ہیں کاش مولف تنزیہ یہ اس قدر
 سی بات کو سمجھ جاتے تو سلف صالحین کو کلمہ گزمرہ غریب نہ جانتے اور اس عبارت
 کو یہ صاحب کے جواب کے ان ہی بنائے کی تائید میں نقل فرماتے جس کے بعد دوسرا
 فرقہ جو مولف موصوف نے یہ صاحب کے کلام سے اپنی تائید میں نقل فرمایا ہے
 ہے بقولہ اسی طرح تائید صاحب کے اس قول سے بھی میری دعا کی تائید ہوتی ہے
 ہر کہوں کے کتب متشع میں لکھا ہے وہ قول یہ ہے فلا یرد الیہ خبر اللہ تعالیٰ
 و الرسول لایحتمل الکذب ایمان سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صاحب کے
 نزدیک باری تعالیٰ کی کلام میں کذب کا امکان نہیں پس شرح موافقت کا جواب
 مذکورہ بطور لازم پر عمل کیا جائے گا الی آخر افعال اقوال اہل شر و انشاء افعال
 نظریہ میں سمجھ لیں گے کہ یہ تائید تفسیری لغو و ضروریہ ہے بعد خود مولف کے دعا کے
 میں مخالفت ہے اسی واسطے اس کے جواب میں دعا فرمائی کرتے ہیں کہ میری دعا کو
 اہل تنزیہ صاحب معلوم ہوتا ہے لیکن جب یہ دیکھتے ہیں کہ مولف تنزیہ ایمان
 کے رسالہ کی خوبی تحقیق و عمدگی نہ ترقی صد ممانی رہتے تھام ممانی ہوتا ہے لایزال
 و حقیقت مقام صد کی تالیف و توصیف میں حقیقت شناسان مستقل و حکمت و درود
 و انان ادب و سہیت تقریظ و تحریز اس کثرت کے ساتھ سرگرم ہوتے ہیں کہ
 مولف تنزیہ یا کسی قسم کا صلہ تو کیا دے سکتے ہیں اگر یہ تصدق سے ایمان کی جسد
 فرمودہ حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ و التسلیمات بھی دینا چاہیں تو ہر چند بظاہر
 بے حقیقت و تالیل لغو ہے مگر نہ ہی مثل کے موافق وہ صلہ بھی مولف خود پر
 ہونا و ثواب کے غالی نہیں اس لئے اول تو یہ من ہے کہ احقر تحریر و تقدیمات اور تقریر
 لکھا و شائع میں یا مرد مال عرض کر چکا ہے کہ کسی عبارت میں نہ نسبت کذب مذکور تھا
 لفظ متشع یا محال یا غیر ممکن یا غیر مقدور دیکھ کر اپنے اثبات مدعا کی امید نہ رکھیں بلکہ

کسی تصریح یا دلیل قابل تسلیم سے یہی ثابت کرنا ضروری ہو گا کہ امتناع و احتیاج سے
 امتناع ذاتی مراد ہے نہ بالظہر و جب متنع اور محال اور غیر مقدور وغیرہ الفاظ کا یہ
 حال ہے تو اب لفظ لا یتکل سے جو یہ صاحب کی کلام میں موجود ہے امتناع
 ذاتی سمجھ لینا انہیں کا کلام معلوم ہوتا ہے کہ جبکہ حق و باطل میں تمیز اور خطا و صواب سے
 کچھ بحث ہو حضرت مولانا شہید رحمہ اللہ علیہ کی کرامت یا ماہران معقول کی خوبی
 یہاں تک ہے کہ یہ قطعی کے سید سے ہے جو کی ایسی مٹی غراب کی جانی ہے کہ بل
 منہ کا دل تو ایسے سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے تو صاحب نے امتناع تنزیہیہ
 اور ان کے مقررین کو لازم ہے کہ کسی دلیل قابل قبول سے یہ بیان فرمائیں کہ عبارت
 متنع لیس لفظ لا یتکل سے امتناع ذاتی مراد ہے اور یہ بھی ارشاد ہو کہ حضرت انبیاء
 و اہل بیت علیہم السلام میں اہل سنت کے نزدیک حق بالقبول کیا امر ہے اور یہ
 ان کی نسبت مقدمات اور نکات متذہبہ میں مسووب ہوتے ہیں۔ یا مقتضات
 قرآنیہ میں ہے کہ ان کو قدرت قدیرہ سے بھی خارج کیا جائے گا سمجھ کر احکامات
 ہر اہل ایمان کو اب یہی قریبہ الحال کو بخوبی سمجھتے ہیں کہ امتناع موصوف حسب امور
 مذکورہ کی تفصیل خواہر ہو سکے۔ اس وقت انشاء اللہ ہو کہ فی مباحث متذہبہ مذکور کی خوبی
 سمجھ جائے گا اور امتناع موصوف سے جو شریع رسالہ میں عبارات منہرین اپنی اثبات
 و عا کے لئے نقل فرمائی ہیں۔ وہاں تفسیر تائی کی عبارت میں جملہ وال غیر وان
 دلت الدلائل علی صدقہ فکذبہ ممکن اذا لم یظہر الیہا اور تفسیر
 ابو سہر کی عبارت میں جملہ وال کذب محال علیہ سبحانہ دون غیرہ
 صحیح منقول ہے جس سے سراسر معلوم ہوتا ہے کہ ذات باری کے سوا کذب باور
 انہیں متنع نہیں ہے تو اب ہر مسئلہ انصاف و عدل سے سمجھ کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اپنی عبارت
 متنع لیس موصوف کی صورت نکالیں کہ یہ ہر تفسیر کی عبارت کا توجہ و عا تھا کہ
 امتناع کذب فقط نسبت الی ذات الباری ہے اور کہیں یہ امتناع محقق نہیں اور
 یہی عبارت کا سبب ہو کہ امتناع تنزیہیہ و عا ہو کہ خبر صاحب باری اور خبر رسول

روایات میں کذب متنع بالذات ہے اور یہ صحیح تھا جس کو اور ہم سے پرچہ تریب
 خود نہایت تنزیہیہ جو اظہار لیل کو مذہبہ یہ بتاتے تھے اب میں یہی کہتے ہیں کہ
 وادعے موافق مذہبہ یہ ہونے کے لئے کہ جبکہ ہر مسئلہ میں کیا حکم بات تو عبارت میں
 سے غراب ان کی بھڑکیں انہی کے کلام انہی اور کلام رسول و رسل میں کذب کا امتناع
 یہاں ہے اب اس قدر تحقیق باقی ہے کہ کلام رسول میں کذب کا امتناع و الذات
 ہے یا بالظہر و امتناع مذکور جب مذہبہ کے ساتھ اقوال علماء مذہبہ کے تو کیا ہو سکتا
 کہ کذب مذکور کا متنع بالظہر و امتناع بالقبول سمجھا جائے جس پر مذہبہ کا تعلق ہے
 کہ میں ماعلیٰ قادی وغیرہ کے متذہبہ یہ ہے۔ وقال بعضهم العصمة افضل
 من الله ولطفه ولكن علیہ بیخی اختیار ہم بعد العصمة فی الاقدام
 علی الطاعة والامتناع عن المعصية والیہ مال الشیخ ابو منصور
 الماشی بدیہ حیث قال العصمة لا تزیل الخلة ای الابدال والامتناع
 یعنی لا یغیر علی الطاعة ولا یغیر عن المعصية بل ہی الطاعة من الله
 تعالیٰ بخلاف علی فعل الخیر ویزجرہ عن الشر مع بقاء الاختیار تعقیباً
 للابدال والاختیار علی حد القیاس شرح مراقبہ میں موجود ہے وایضا
 لا اجماع متعقد علی انہی الامبیاء مکلفون بترك الذنوب مثلاً
 یہ ولو کان الذنب متنعاً عنه لما کان ولا امرک ذلک اذ لا تکلیف بترك
 المستمتع ولا ثواب علیہ لما عرفت انما انہی انہی کے چکر فرماتے ہیں فلا
 یستلزم صدق الذنب عنہم کما عن سائر البشر الحق اور یہ تو انشاء اللہ کسی کا
 مذہب نہ ہو گا کہ صدقہ بصیرت عن الامبیاء و واجب تعالیٰ کی قدرت سے بھی خارج
 مانا جائے جس پر امتناع ذاتی کا سمجھنا متفرع ہے بہر حال امتناع موصوف سے
 کہ عبارت مذکورہ کو بلا توجہ اپنی تائید میں نقل کیا مگر سن اتفاق سے اکثر علماء متذہبہ
 تو اسکی وجہ سے منع ہو گیا اب فقہاء اہل امتناع سے کہ کذب الی کلام رسول کی
 نسبت امتناع سے چھوڑ کوئی تفسیر نہیں فرمائی اس لئے ان سے اس پر کتب اہل امتناع

اور کذب مذکور متشعشع بالغیر ہے تو مراد یہاں اتفاق اور اگر اسکی اقتضائے خدائی کے قائل
ہیں تو اول مثبت دعا اور ثانی دعا کے بعد انشاء و اس کے بعد انشاء و اس کے بعد انشاء و اس کے بعد انشاء
کرنے کا قصد کر کے پھر تہاشب ہے کہ مولف تنزیہ یہاں ایسے قرائن و اس کے بعد انشاء و اس کے بعد انشاء
میں قول یہ سید صاحب کے ہستی الہی قول سے دعویٰ ان امکان کذب باور قیالی سے
وہ کہہ سکتا ہے۔ افسوس اگر ان صاحبوں کی نظر و متوجہ ہوتی تو اس وجہ کے میں نہ ہوتا
نہی۔ یہ مقام حیرت ہے کہ مولف موصوف نے ایک عبارت شرح مواقف کی اور
دوسری عبارت میر کی اپنی تائید کے لئے نقل فرمائی اور ہر دو عبارت کے اہم مطلب
میں ایک غلطی کمائی کہ نہ مضمون پھر اس پر کیے مقرر اور یہاں ان کے ساتھ قیدیں سنت
کے اور ہر دو موصوف نظر کا الزام لگایا جائے کہ ایسے بے اصل الزام سے کیا کام
چلتا ہے اول ہم سے پوچھئے کہ وہ مولف مذکور کے اس کلام کو دیکھ کر یہی فرمایاں گے
کہ اگر موصوف نظر کے یہی مضمون ہیں کہ سید مقرر مشہور ہوں گے مطلب سمجھنے کی
بھی یہ کیفیت ہے تو لہذا نہ من فرما کہ ہر دو عبارت کسی عبارت مشہور
مضمون پر مبنی ہیں یا نہیں جیسا باوجود شب و روز پیش نظر ہونے کے اس کا مطلب
فہم سمجھنا حیرت خیز اور پھر اس پر طعن و تشنیع کی ساتھ پیش آنا اختلاف انصاف و حیا
سے یہی انصاف ہے کہ قول کو بھی اہران مقول حسب استدلال عبارات رسائل
مختلفہ وغیرہ و اس بارہ میں تحقیق کو دیکھ کر تحقیق سہا اور فرقت زمین کو بھی ہنر و
مستحق الذات اور قدس و اہم تعالیٰ سے خارج ہونے کا فتوے دینے اور جسد
اولیٰ کو ہر دو موصوف نظر کا الزام لگانے کو تیار ہونے کے بالاجوبہ فیض اللہ
یہ مولف اول نے جو عبارت شرح مواقف کو جواب الہی پر محمول فرما کر ہر دو
عبارات مکرر سید صاحب سے اس کی تائید کی تھی۔ اسکی کیفیت تو ناظرین با
انصاف کو معلوم ہو گئی اس کے بعد ہر مولف نے دوسرا جواب استلال مذکور کا بیان
کیا ہے وہ عرض کرتا ہوں قولہ ثانی و لہذا میں اگر سید صاحب ہی کا یہ قول ہو تو مجبور
اولیٰ میں کہ جواب میں کب لایق قبول اور قابل قساک ہو سکتا ہے نہ ہی اقول

کا ثانی مولف تنزیہ سید صاحب کا لفظ کر کے درجہ فضل سی برقرار ہے کہ ہر دو
حق کے مقابل میں سید صاحب کا قول غیر مقبول ہے لہذا اپنے قائل و اس کے بعد انشاء
سید صاحب پر بھی ضرور مزید وہی موزیک فتوے لکھائے تاکہ نام میں بنا ہوا اور کام
بھی دیا و نہ لکھا۔ یہ مولف موصوف اور ان کے ہم مشرب سید صاحب کا ہر دو
سنت کی طرف غائبانہ ہر دو متوال ایسے ہی خیال نامہ و جادو کے ہر دو اہل علم کو ہر دو
عبارات متوال کتب جو باب اول میں احقر عرض کر چکا ہے۔ انشاء و لہذا میں معلوم
ہو جائے گا کہ سید صاحب حق اسباب میں کیا ہے باقی جو عبارات کو مولف موصوف
نے اپنے اثبات دعا کے لئے شرح رسالہ میں بیان فرمائی ہیں ان میں ایک
عبارت بھی مثبت دعا کے لئے نقل نہیں ہو سکتا بل چاہئے کہ خط کر دیکھے۔ مقرر
عرض کو خوب سمجھ کر اور بجا تہذیب و ادب شرط کر کے پھر استدلال ثابت
کو کہنا لازم ہے چنانچہ مقدمہ کتاب اور بیان فساد نزاع کے ذیل میں احقر مضمون
عرض کرنا چاہئے کہ مولف مذکور کے اکثر استدلال اس قسم کے ہیں جیسا کہ
عبارات مذکورہ پیش کی ہیں خدا تعالیٰ والی رسول لا یختل کذب و لا قلیل
الاقی سمجھ لیا ہے اور انشاء و اس باب ثالث میں ہم بھی تفصیل کے ساتھ اوراق
کی تحقیق و اشکات کر کے دکھلا دیں گے اور مذکورہ کے ملاحظہ کے بعد ہر دو
یقین کر سکتا ہے کہ جواب کو سید صاحب کو ہر دو اہل حق کے مخالف سمجھنا خیال غامض ہے
بلکہ ہر دو اہل حق کذب بڑھ کر کہ مولف سید صاحب کے متشعشع بالغیر ہے میں جس
جی پہلے باب اول کو ملاحظہ فرمایا ہے اس کے بعد عبارت متوال شرح مواقف کا
ایسا جواب مولف اول نے بیان فرمایا کہ قولہ ثانی و لہذا میں کہ تحقیق میں سید صاحب
کے قول مذکور کے الہی ہونے کی طرف خیال نہیں کیا انہوں نے اس سے بعد تہذیب
سے چنانچہ محقق و دینی شرح عقاید علی میں کہتے ہیں کذب الکذب بقصر النقص
علیہ نقالی حال فلا یكون من المعکات ولا یثمل العترة کالایستغل الذن
سائر وجہ النقص علیہ نقالی کالجمل والعجز و حق صفات الکمال نقالی اقول

جہاں ہر ایک کے جملہ عادات کا بار ہر نام ثابت کر دیتا ہے اور یہ تسلیم کرنا کہ کلام
 عقلی کا اقتناع ذرا کی پر میں قابل تسلیم نہیں کہ وہ سب سے بڑھ کر یہ امر ہے کہ جس کلام میں
 کے ساتھ انطباق ہے اس کا اقتناع کوئی کلام بتلاک کسی دلیل سے ثابت ہو سکتا ہے
 جس کلام میں کسی کے کلام پر حجت بالادوات بالسنن العظم تسلیم کرتے ہیں اس کے ساتھ کلام
 عقلی کا حاصل نہ کہ میں مطبق ہونا قابل قبول نہیں چنانچہ یہ کلام امر بوضاحت میں ہو چکا
 میں اور ان صاحب امر سے قطع نظر کرتے ہیں بعد یہ حمل ہے کہ حضرت مولانا شہید اور
 اس کے اتباع و صحابہ سے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کلام مذکور کو مقدمہ ممکن بالذات ہے
 آپ نے جو حجت و موافقت سے بالغ حجت اس کا اقتناع داتی اگر ثابت ہو جائے تو بار
 اصناف و مقامات حضرت مولانا میں کوئی عقل نہیں اور اگر کوئی بعض اہل حقہ کلام
 معقول سے حضرت شہید پر دوران عقلا اس لئے سبب ہی نہیں ہو سکتا اور اس صورت کو بار
 سے اعراض کر کے ہی فراموش کر دوں انطباق مذکور اس کو کلام عقلی کہنا اگر درست ہے
 تو یہی حق ہے کہ یہی وجہ ہے اس کے واسطے منطوقات معتقد ہیں اس کے کلام سے قطع نظر
 کہ اسے دروغ و صحت سے مراد کیا کرتے ہیں اور اس میں کہنے میں کہ اس میں اس کا
 میں تمام ہے آپ جیتے اور ہو جائے مگر نہ صاحبان کو بھی لازم ہے کہ حضرت مولانا
 اور اس کے واقعہ کو نہ فراموش اور عقلی و ذہل صحت کہنے سے صاحبان اور اس کا
 کہ مولانا کا کلام صحت و صحت ہے قطع ایک لفظ نہیں تصامح مزاح سے چکر کھد
 اس اعتبار سے عقلی کلام میں یہ کلام محال موجود ہے اس لئے مولانا اور ان کے اتباع میں
 تصامح میں تکرار ہوئے ان میں تو صاحب مجاہد کو بھی کوئی اعتدال کا طریقہ نہیں
 اس کے ساتھ کہ وہ سب سے معتد قوال کہ یہ کلام کلام عقلی ہے کہ یہ صاحب عقیدہ
 حجت سے دینی و فاضل اور اپنا بی عرش کہنے کو مجبور نہ ہوں عدم ثبوت اس کی بات
 کہ میں ہاں کہ میں عقلی شہد و دلائل اگر میں میں تو ہم ہو گیا ہوں میں
 حجت مطلب سے مطلب سے وہ جو چاہتے ہیں کہ میں ہاں ہاں کلام مذکور خوب محقق ہو گیا کہ
 اس کے ساتھ ان کے ساتھ ان کے ساتھ ان کے ساتھ ان کے ساتھ ان کے ساتھ ان کے ساتھ ان کے ساتھ

کو بھی قنصل ہر ایک کے مخالف نہیں سمجھتے اب جو صاحب کچھ فراموش ہو چکا
 وہ نہیں اور یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ صاحب مجاہد کے ارشاد کے موافق جب
 مخالف کلام کا ذوق مقدمہ کی عقلی ہے اور اس میں مجاہد نے ذرا یہ وہ ہمارے وہ حق
 پر گئے تو ان کے انصاف و انصاف علی اللہ قدی غار کے ذریعے تا لیت کلام کا ذوق
 کو بالذات حجت الی اللہ جب متفق کہنا چاہتے تھے کہ اس کے طرح قابل قوال نہیں ہو سکتا
 یہ کہ وہ تو صرف انصاف مذکور کو متفق و متفق ہیں تا لیت میں تو چار سے موافقت میں اس
 قائل کی بات ہم وہ کلام میں ان کی طرف سے نہیں یہ عقل سے صحت سے کہ تا لیت کو یہاں تو
 مقدمہ و ان کا حجت اور اس کے جملہ کلام اقتناع ذرا کی ثابت ہوا اس لئے کلام اس کو بار
 کلام عقلی پر اس کا کلام عقلی پر جو انصاف اس کلام کا ہی کہانی سے ٹیکہ ہو میں سے
 بلکہ میں اس کا صحت تا لیت ہے کہ امر میں جس قدر کلام اس طرح ہو میں یہ ہو گئے
 اس کا صحت و صحت سے اس میں ایک مذکور نہ کہ اس چنانچہ جن صاحبوں کے ایسا ہوا
 سے اس کی اکثر کی کلام میں اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
 صاحب کلام صحت و صحت کا حال میں کہ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
 میں اس کی چنانچہ عبارت حاصل میں جو چاہتے کہ یہ کہ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
 صحت سے اور اس کے عبارت کا عبارت عقلی کو غلط کہنا محض سبب زوری ہے عقل
 میں اس کا مطلب ہے کہ اس نے کلام عقلی کو کلام عقلی کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
 عقلی کے ساتھ اس کو تسلیم کرنے کے بعد کہ عقل اور اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
 عقلی ہو ثابت کرنا مستلزم وہ ہے اس کا جواب صاحب مجاہد کے یہ نہیں ہے قطع
 کلام عقلی و فخر و فخر کی عبارت عقلی و فخری ہیں جن سے قرآن شریف کے الفاظ کا
 کلام عقلی پر دال ہونا ثابت ہوتا ہے یہ کسی نے میں کہ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
 اس کی کہتے ہیں جو عقلی پر دال ہو تو عبارت اول تو فاضل مذکور کے وہاں اخلافت
 نہیں جب صاحب مجاہد تفصیل فرمیں گے تو بھی اس کی کیفیت مفصل اشارہ
 دھن کر دیئے اور اگر مخالف ہیں تو بھی یہ نہیں حاصل عقلی کی یہ حق ہے کہ اس

اعتدال کا تحقق ذات موضوع کے لئے ضروری نہیں اور نہ اس کا تحقق ہیقت کو باطل کرنا ہوگا
 اور یہاں یہ بھی ہے کہ حالت انطباق و عدم انطباق یہ کلام عقلی کی حقیقت ذات محض ہے
 تو اب تنبیہ کلام عقلی کا ذب بالامکان ہے اور علم ہر گاہ کہ حالت انطباق میں ہے تو یہ متنازع کذب
 کلام عقلی کی کذب کلام عقلی کو بھی متنازع بالذات کہ لیا جائے یعنی بالمشکل کی ذات الموضوع جیسا کہ بالا
 مستیقظ کتنا درست ہے جو حالت عدم میں مستیقظ ہوتا محال لذات ہوا یہاں کلام عقلی کو بالامکان
 الی الذات ممکن کذب کہنا درست ہر گاہ کہ جو حالت انطباق میں ہے کہ وہ لفظ بجا و معنوم کلام عقلی
 میں عقلی فہم ہے میں کذب کا عقلی فہم حال ہو کہ جو حساب و معاد انطباق علی کلام
 عقلی جیسا معنوم کلام عقلی میں داخل ہے اس سے زیادہ معنوم ہائیم میں صحت و عدم صحت
 اور جیسا کذب و انطباق علی کلام عقلی میں تعارض ہے اس سے کہ نوم و تنبیہ نہیں ہے
 علامہ مزین علیہ السلام پرورش ہے اور وہ لفظ ثانی جی مقدم میں کہ کلام عقلی کی لغو صادق و کاذب
 نہیں بلکہ یہ کلام عقلی اس میں صحت و صدق یا کذب آجاتا ہے تو جب اس کا مدد و مدد و مدد
 جناب باری کی کلام عقلی میں صدق ذاتی نہ ہو بلکہ کلام عقلی سے مستفاد ہو اور اب ظاہر ہے
 کہ کلام عقلی کے صدق کو واجب لذات الموضوع نہیں کہہ سکتے اور جب اس کا صدق
 واجب بالذات نہ ہو تو اس کا کذب کیونکر متنازع بالذات ہو سکتا ہے اور جو بے متنازع ذاتی
 بحث و بحث اور بحث کی حقیقت پر قیاس کرنا بھی طرہ تماشہ ہے اور وہاں
 حقیقتیہ قیاس کو اور عقلیہ استدلال حیدر اعتبار یہ پر قیاس کرنا کیونکر قابل تسلیم ہو سکتا ہے اگر
 اعتدال و مدد ذاتی کی حقیقت بھی ایسی ہوتی جیسے ہر غیر عقلیہ صلیب کی تو یہ پر قیاس کرنا
 بہاقتادہ قیاس کرنا بھی جیسے قرینہ طلب ہو گا کہ کلام مذکور کے کذب کو نہ لفظ بجا
 جو اپنے اعتبار و اصطلاح کے مستلزمات و تالیفات میں عقلی کہتے ہیں اور جو ہر واقعہ حقیقت
 عقلی اور عقلی کے متنازع بالذات کہتے ہیں اس سے مدد و مدد عقلی میں تھا جس پر کسی کو عقل
 شکست سے خارج کر کے مزید یہ کہ اور صاحب ہمارا کا یہ قیاس نہ کرنا کہ شرک الہی
 میں اعتدال و مدد ذاتی الیہا کی آواز ہے اور جب اس کے اعتدال ذاتی کہتے ہیں تو
 معلوم ہوا کہ اضافات کا اعتدال ذاتی کے ثنائی کتنا درست نہیں اور نہ شرک الہی

اعتدال کو بالذات کہتے ہیں بلکہ جو بالذات باطل ہے ان کے عدم متنازع پر وال ہے کیونکہ عقلیہ
 کے نزدیک علم ہے کہ امور عارضہ خارجی کی وجہ سے امور ذاتیہ میں ہرگز تغیر نہیں ہو سکتا ہے
 کیونکہ وہ ثابت ہے کہ عارضہ و اضافات کے لئے سے حقیقت واحدہ کو واجب بالذات
 و متنازع بالذات ہو ممکن بالذات سب کہ یہ نہا جیسے اس میں شک نہ کرنا فطریات کا منکر نہنا
 ہے لیکن بھی یہ تو ہے کہ زمین معنومات غیر عقلیہ کی حقیقت ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی
 حقیقت کا تعین بذریعہ عناق الیہ ہوتا ہے اور نہ حقیقت عناق الیہ اس کے تغیر
 حقیقت کے لئے سبب و علت ہوتا ہے مثلاً شرک الہیہ فطریہ و عقلیہ و وجود و عدم
 مدد و غیرہ معنومات معنومات عقلیہ میں ہی قصہ ہے کہ نفس الامر میں ان کے لئے حقیقت متنازعہ
 واحدہ جیسے کہ نہیں بلکہ بذریعہ عناق الیہ ان کی حقیقت معین ہوتی ہے عارضہ و شرک
 و نظیر باری واجب و شرک الہیہ ممکن ہو گا عقلی بذریعہ قیاس اور اس کو خیال نہا جیسے
 جواب یا ہرگز معنوم نہیں ہو سکتا کہ شرک الہیہ ممکن ہے اس کے لئے کہ حقیقت معین کی جائے
 اور شرک الہیہ باری ہو یا ممکن ان سب میں و حقیقت معین واحدہ شرک الہیہ معنوم شرک
 سب میں مشترک ہے البتہ قاعدہ کلیہ یہ یہی ہے کہ فقط اضافات و عوارض کے مدد سے
 سے امور ذاتیہ میں تغیر نہیں ہو سکتا اگرچہ اس کے لئے سے تغیر اضافات تغیر حقیقت
 کے لئے غایہ و سبب ہو تو وہاں جو تغیر حقیقت امور ذاتیہ معنوم نہیں ہو جائیں گے صرف
 اضافات کے تغیر سے تغیر ہو کر پیش نہیں آیا جو کسی عقلی بر لفظ ذاتی کوئی اسے باہر
 پیش نہ آئے اور اس کے وغیرہ کے لئے اضافات معنوم شرک الہیہ میں مدد و مدد عقلی
 اور ان کے عارضہ و مدد ذاتیہ معنوم شرک الہیہ میں کچھ شک ہی نہیں بخلاف کذب کلام عقلی
 بحث و بحث کے کہ اس میں تغیر اضافات سے تغیر حقیقت لازم نہیں آتا اول تو کہیں کلام
 عقلی نہ ہو اور جو حقیقت میں ہی ہو اس کے بالذات معلوم ہے کہ کلام واجب تعالیٰ اور
 کلام عقلی مخلوقات کی ایک حقیقت ہے کہ اس کے بارے میں اس کی ایسا استدلال کے مدد و مدد عقلیہ
 اور اس میں عقلی میں لفظ بھی تسلیم ہوتا ہے میں اور حق بھی مقدمات و غیرہ میں بالمشکوک
 اور اس کے چکا ہے طرہ قیاس یہ بھی مدد و مدد ہے کہ صدق کذب ہو گا کلام واجب

کی طرف منسوب کیا جائے خواہ کلام مکملات کی طرف ہر دو حالت میں ایک ہی حقیقت
 ہوگی سو جب کلام غلطی اور اس کے صدق و کذب کی ہر دو حالت میں ایک ہی حقیقت ہوتی
 تو اب اس کے شریک الہامی پر تیس کرنا جس کی حقیقت ہر دو حالت فکر میں الہامی
 مختلف ہوتی ہے محض اوقات ہے اصل ہے الحاصل کسی کلام غلطی کو زبردستی و غیرہ
 مکملات کی طرف منسوب کرنے میں جیسے حقیقت میں تغیر نہیں آتا ایسا ہی اگر مکملات
 و ادب کی طرف منسوب کیجئے تو بھی اسکی حقیقت میں تغیر تبدیل اصلاً قائم الہامی تغیر
 و اشاعات ہر دو حالت میں مسلم ہے تو اب محض اشاعات و عوارض کے بدلنے سے
 ایک حالت میں اس کلام کا کذب کی ذات کو مستحق اور دوسری حالت میں محض عوارض کو مستحق
 کہہ سکتے اور ان سب قسموں سے قطع نظر کر کے ہم یہ چاہتے ہیں کہ حسب ارشاد و علامہ نوکی
 جیسا کلام خبری کا کذب بسبب عدم انطباق و دلالت مذکورہ کلام اب کسی طرح نہیں
 ہو سکتی اور جو سے کلام کلام کا کذب کو قدرت قدید سے خارج کہتے ہیں ایسے ہی کلام
 و اشاعات میں بھی ان اور دوسری کو جو کہ خلاف حکمت ہیں بوجہ عدم تصدق و انطباق مذکور کلام الہامی
 لفظ باطل و ناجائز ہے اور اس وجہ سے اس اور دوسری خلاف حکمت کے ساتھ فکر واجب کہ
 قدرت سے خارج اور مستحق بالذات کہنا چاہئے جو بالبدیہ تہ بالکل ہے اور نیز علماء متقدمین
 اور ائمہ و دینی خلاف حکمت سے کہ ات باجتماع اقلیہ و کثرت کے نظر کو قدرت قدید میں
 داخل و داخل راست میں صرف خلاف حکمت ہونے کی وجہ سے کلام مذکور کو مستحق فرمایا ہو گیا
 نیز جو دینی اشاعات غیر دینی کہتا ہے جو اصل میں کلام خبری ہے تو اب انطباق و دلالت مذکورہ
 کے جوئے یہاں سے بجا دیکھتے دینی جیسے کلام خبری میں سے لیجئے کیونکہ انطباق مذکورہ
 جیسا کلام خبری میں مذوری فرمایا جاتا ہے ایسا ہی کلام اشاعاتی میں بھی مذوری ہو گیا
 و محض جہاں لفظ کے بعدیہ گزارش ہے کہ صاحب مجال نے کلام غلطی کو حادثات مان کر کذب
 کا اطلاق و اتی ثابت کیا تھا اسکی یہ سبب نہ سمجھا دیا کہ عوارض کے بدلنے سے کہ یہ خیال عام
 ہے اور جو دوسری پیش کردہ و ادب کے جوہات متعدد و عوارض کے پیکاروں اب باقی رہی سن
 گمانی میں نہ کر کہ کلام غلطی کو قدیم کہا جائے جبکہ معرفت مذکور صحت میں کلام حسب تو اور

ہے ہیں تو اس صورت میں معرفت ثانی اپنے دعا کر یہی الشیبت سمجھ رہے ہیں کہ اول
 تو یہی درجہ اعلیٰ محال ہے کہ معرفت علامہ کا یہ دوسرے محض ان کا اختراع و ادعا ہے نہ صحت
 صاحبین ہرگز اس امر کے قابل نہیں بلکہ کلام غلطی یعنی حدوث و الفاظ کو حجاب حقیقتین صحت و
 خلاف ہر دو حالت فرما ہے میں اور اس کے منکر و مبتدع اور مثال و مثال و بھی کیا کیا کچھ
 الفاظ سے یا فرما ہے میں چنانچہ بیضاوی تفصیل کے ساتھ یہاں ضامین گذر چکے ہیں تو اب اگر
 ہم پیشینہ ہی کریں کہ قدم کلام غلطی کی صورت میں کذب کا اطلاق و اتی حسب ارشاد و پر ہمیں
 صاحب ثابت و محقق ہے تو بوجہ انصاف انکو کوئی نفع نہیں ملے گا ہم تو اس امر کو اسی
 کلام سے کہہ سکتے ہیں غلط سے بجا فاسد علی الفاسد کو کہنا چاہئے اور بیاں خاطر صاحبان
 معقول خلاف عقل نقل اگر ہم کلام غلطی کو قدیم تسلیم ہی کر لیں تو حسب مذہب عبد اللہ بن
 سیدہ اقطان و جماعت متقدمین جو کہ تعلقات کلام کو حادثات فرماتے ہیں چنانچہ اوراق ثابت
 میں بصر ہی عارض کر چکا ہے پھر بھی انشاء اللہ ہم کو کوئی وقت نہیں کیونکہ یہ ظاہر ہے
 کہ صدق و کذب تعلقات پر موقوف ہے اور تعلقات حادثات ہیں تو صدق و کذب بدست
 اولی حادثات ہو گا کہ کلام قدیم ہو جو حسب تعلقات حادثات مقدور و جاری فعال ہیں تو صدق
 و کذب ہو گا کہ ان پر موقوف ہیں بالبدیہ تہ مقدور و جاری ہونا چاہئے جو کہ صدق کے وجوب
 و اتی اور کذب کے اقتناع و اتی کے وسیع مخالف و معارض ہے اور فقط عبد اللہ بن
 سیدہ و جماعت متقدمین کی موافقت بھی اگرچہ ان تہمتوں سے اقبال مولانا الشہید کہ
 حافظ و علامہ ہونی چاہئے جو تہمتیں کہ اہل معقول اپنی خوش فہمی سے تراش ہے میں لیکن
 حسب معروضات احقر جو مقدمہ کتاب میں گذر چکی ہیں حسب یہ دیکھا جائے کہ عبد اللہ
 بن سیدہ و جماعت کے مذہب میں غالباً تزلزل غلطی ہے تو چلو تعلیمات امت پر تباہیوں کو
 کلام تمام اور اصلاح کلام کی نہایت ضرورت معلوم ہوتی ہے لہذا وہ دین صدق و کذب
 کلام خبری کے اصوات اسناد میں شمار ہوتا ہے چنانچہ مقدمہ کتاب میں بھی عرض کر چکا ہوں
 کہ ہم بالبدیہ تہ دیکھتے ہیں کہ اعتبار و انصاف کے تغیر سے کلام صادق کا کذب ہو گا و کذب
 صادق ہو جاتی ہے تو اب کہ کلام غلطی کو قدیم مان لیا جائے لیکن اس کے اوصاف انشاء

